ڈاکٹر انوار احمد

مولوی لطف علی ملتانی اور اس کا سیفل نامہ

Abstract: - *Maulvi Lutaf Ali Multani was not only a predecessor of Khawja Ghulam Fareed but also a source of inspiration for the great Seraiki poet who has become a cultural icon in Southern Punjab. "Saifal Nama" is a classic example of innocent and spontaneous passion transforming into a poetic experience by this great poet Lutaf Ali Multani. Poet's own persona has become a character of great romance at parallel with the popular romance depicted in his poem "Saifal Nama". In this article meaningful glimpses of the personality of this genius and some examples with Urdu translation has been illustrated.*

وقت وقت کی بات ہے، کبھی کسی کے نام کے ساتھ مولوی کا سابقہ لگا ہوتا تھا تب بھی وہ محبوبِ خلائق ہو جاتا تھا، یہ اور بات کہ مولوی لطف علی ایک شاعر، قصہ گو اور اپنی شناخت کے لیے سرگرداں سرائیکی قومیت کے لیے جذباتی اور ثقافتی سہارا ہے۔ عوامی سطح پر پذیرائی حاصل کرنے والے کسی بھی قصہ گو کی اپنی ذات بھی عوامی یادداشت اور تخیل کے کھیل میں ایک افسانوی کردار بن جاتی ہے۔ سو، مولوی لطف علی کے چہرے کے بہت زیادہ سیاہ ہو جانے کے بارے میں بھی کچھ دلچسپ روایات ملتی ہیں جس میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ مولوی لطف علی نے ایک مرتبہ عشق کے ہاتھوں آزردہ ہو کر بہاول پور کے نواب کو عطیہ کیا جانے والا ایک زہرِ ہلاہل پھانک لیا تھا (نوابوں اور جاگیرداروں کو اس طرح کے عطیات اُن کے دشمنوں یا دوست نما دشمنوں یا دشمن نما دوستوں کے لیے ملا کرتے تھے)۔ اب اس واقعے کا محرک جو عشق کا قصہ ہے وہ اپنی جگہ دلچسپ ہے۔ یہ 'مدن کنیز' کا ماجرا ہے جو ملتان کے آخری مسلمان حکمران (موجودہ حکمرانوں سے معذرت کے ساتھ) نواب محمد مظفر خان کے پاس تھی اور کہا جاتا ہے کہ اُنھوں نے بہاول پور کے نواب بہاول خان ثانی (متوفی ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء) کو عطیہ کر دی۔ (نواب صاحب کے پاس بھی کس قسم کے عطیات آتے تھے، کبھی زہر اور کبھی خوب صورت کنیز)۔ مولوی لطف علی اسی مدن کی لگن میں ملتان سے بہاول پور چلے گئے اور نواب کے مقرب ہو گئے، یہی وجہ ہے کہ کوئی اُنہیں مولوی لطف علی ملتانی کہتا ہے اور کوئی مولوی لطف علی بہاول پوری۔ یہ اور

بات کہ کوئی اُنہیں مولوی لطف علی مدنی نہیں کہتا۔

نامور شاعر اور محقق کیفی جام پوری نے اپنی کتاب 'سرائیکی شاعری' (بزمِ ثقافت، ملتان، ۱۹۶۹ء) میں لکھا ہے کہ "وہ بہاول پور میں پیدا نہیں ہوئے البتہ اُن کی عمر کا بیشتر حصہ بہاول پور میں گزرا...... وہ قصبہ بہادر پور میں پیدا ہوئے جو ملتان سے چار میل دُور شمال میں ہے۔" (ص ۲۴۸-۲۴۹) محمد بشیر ظامی نے اُن کے ملتانی الاصل ہونے کے حوالے سے بہت اہم شواہد پیش کیے ہیں ('مثنوی سیف الملوک'، اُردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۴ء، ص ۱۳-۱۴) جن میں سے ایک تو 'نور نامہ' کے مصنف مولوی نور محمد کا شاگرد ہونا ہے جو ملتان کے نامور اُستاد تھے، دوسرے علی حیدر ملتانی اور حافظ محمد جمال ملتانی کے دوست تھے، تیسرے اُن کی مثنوی 'سیف الملوک' میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو ملتان سے مخصوص ہیں، وہ بہاول پور یا اُس کے گرد و نواح میں استعمال نہیں ہوتے، جیسے 'کھلوتا'، 'کھڑوتا'، 'کینوں'، 'ملیاسے'، 'ڈٹھاسے' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ 'سیفل نامہ' میں خود مولوی صاحب نے اپنے آپ کو بہادر پور کا رہنے والا بتایا ہے، یہ درست ہے کہ اس طرح کے ناموں کی بستیاں ہر خطے میں ہو سکتی ہیں جنھیں بزدلی کے طعنے سے ڈر لگتا ہو۔ تاہم، زیادہ معروف وہی بہادر پور ہے جس کا ذکر کیفی جام پوری نے کیا ہے۔ ڈاکٹر روبینہ ترین نے اپنے پی ایچ ڈی کے مطبوعہ مقالے 'ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ' (بیکن بکس ملتان، ۱۹۹۹ء) میں اسی کی تصدیق کی ہے۔ (ص ۵۴۳)۔

ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز نے مولوی لطف علی کا سالِ ولادت ۱۷۱۵ء اور سالِ وفات ۱۷۹۶ء لکھا ہے ('سرائیکی ادب کی مختصر تاریخ'، سرائیکی پبلی کیشنز، مظفر گڑھ، اپریل ۱۹۸۶ء) بشیر ظامی نے بھی 'آئینہ دارالسرور' کے مصنف ابوسعید محمد انور فیروز بہاول پوری کے حوالے سے لکھا ہے کہ مولوی لطف علی نے اسّی برس کی عمر پائی اور پھر قیاساً ۱۱۲۹ھ (۱۷۱۷ء) کو اُن کا سالِ ولادت اور ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۵ء) کو سالِ وفات قرار دیا ہے جب کہ وفات سے چودہ برس قبل یعنی ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء) کو اُن کی معرکۃ الآراء مثنوی 'سیفل نامہ' کی تکمیل کا سال قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز نے ہی مولوی لطف علی کے والد کا نام غیاث الدین لکھا ہے اور اُن کے علمی آثار میں 'سیفل نامہ' کے علاوہ 'قدسی نامہ'، 'مناجات حضرت فاطمہ'، 'مدح مخدوم جہانیاں' اور

'ڈوہڑے' بتائے ہیں۔ سیفل نامہ انکا وہ لازوال کارنامہ ہے، جس میں شہزادہ سیف الملوک اور پری بدیع الجمال کے قصے کو محض منظوم نہیں کیا گیا، اس قصے کو شعری تجربہ بنا دیا گیا۔ لطف علی کی سادہ گوئی، عوام سے مخاطبت بلکہ مکالمت کی آرزو اور صلاحیت اور زبان سے جادو جگانے کا ہنر اور ان سے بڑھ کر ایک مولوی کا عاشق ہو کر بھی خسروانِ وقت کا مصاحب بننا اور یوں خلقِ خدا کی کم نصیبوں کا ہم سر ہو جانا، وہ تخلیقی نگارخانہ آباد کر گیا، جسے الا پنے اور اس سے اپنی زندگی کی رمزیں اخذ کرنے کی بے ساختگی اور شاعر اور اسکی تخلیق پر یہ بھروسہ کہ یہ ہم میں سے ہے اور اسکے شعر ہمارے لئے ہیں، لطف علی کو اس قبیلے میں شامل کر گیا، جو شاہ لطیف، سچل سرمست، باہو اور شاہ حسین کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'مقابیس المجالس' میں درج ہے کہ خواجہ فرید جن کتابوں کی خواندگی اور کلام سننے میں لطف لیتے تھے، ان میں لطف علی کا سیفل نامہ اور ڈوہڑے شامل ہیں۔ عوام میں ایک روایت اور بھی پھیلی کہ جو سیفل نامہ سنے اور پڑھے گا، وہ سودائی ہو جائے گا [پری بدیع الجمال سحر انگیز حسن اور شاعر کے اعجازِ سخن کے سبب] سیانوں کی اس دنیا سے اکتائے لوگوں میں یوں اس کلام کی الفت اور پذیرائی اور بڑھی۔ کلام چھپا بھی، نقول بھی ہوئیں اور لوگوں کے دلوں نے اس پر تال بھی دی۔

بُت آدم دا خلقیس خاکوں ڈے زینت زیبائی
راحت روح رلایس تِس وچ کر حکمت دانائی
طلعت ہر مخلوق مصور رنگا رنگ بنائی
ہک چہرہ شب رنگ ڈیسیچے ہک جلوہ سیمائی

(مثنوی سیف الملوک، مترجم، محمد بشیر ظامی، حمد باری تعالیٰ۔ ص ۵۳۔۵۴)

"آدم کے جسم کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ مٹی سے بنایا ہے اور اس میں روح پھونک کر مسرت نش زندگی عطا کی ہے اور ہر شکل کو الگ الگ رنگ روپ بخشا ہے، ان میں سے بعض سیاہ رنگ کے چہرے اور بعض کی پیشانیاں نور سے چمکتی ہیں۔"

مارے سنگ اجل دا ہر دم ہیرے لعل نگوڑے
ترس نہ آوے اک تل جتنے نازک بدن مروڑے
ایہ باغبان حقیقی دائم شاخ کنوں گل تروڑے
نواں پرانا مول نہ ڈیکھے پاڑوں ڑکھ اکھوڑے
ایہیں ندی وچ موج مرگ دے سَئے تارے سَئے بوڑے
کیا توفیق کہیں کوں جو وت موت کنوں مکھ موڑے

(در بیان ایں جہان فانی میگوید، ص۷۴۔۷۵)

''موت ہمیشہ نیستی اور تباہی کے پتھر مارتی ہے اور ہیرے و جواہرات جیسے قیمتی انسانوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ جس قدر نازک بدن لوگوں کو اُس نے توڑ مروڑ کر پھینکا ہے ان میں سے کسی پر اُس نے رحم نہیں کیا۔ یہ باغبان ہمیشہ ٹہنی سے پھول توڑتا ہے یہ نئے اور پرانے کا امتیاز نہیں کرتا اور انسانی زندگی کے درخت جڑوں سے اکھیڑ ڈالتا ہے۔ اس ندی کی لہروں نے ہزاروں کو ڈبویا ہے اور ہزاروں کو جھنجوڑ کر چھوڑ دیا ہے۔ کسی انسان میں بھی یہ طاقت نہیں کہ موت اُسے آ پکڑے اور وہ اُس سے بھاگ جائے۔''

ہَئی بَد حال ہتھانی کانی زندگانی منہ کالی
سَر بد ڈول قد آور گناں وات عظیم گنالی
بنی گرم دُوکان ڈِسے ہَس ہَر ہِک ناس کُٹھالی
ڈِیکھ ڈراگل ڈَند اُوندے خود تھیوے خجل دُندالی
بنڈڑ خوب کلھوٹے چھوٹے پیٹ بُلند برالی
دہلے ہاں غریباں دا جاں ڈیوے ڈائن ڈِیکھالی

(فرمودہ لطف علی در بیان زشتی وقباحت آں زنگانی، ص۱۸۵۔۱۶)

''وہ زنگانی یا زنگی عورت ہتھنی کی طرح بے ڈھنگی تھی۔ کانی تھی۔ کالی اور بدشکل تھی اس کا سر کی

بڑی ہنڈیا کی طرح تھا اور اس کا منہ کا دہانہ ٹب (گنالی) کی طرح بڑا تھا۔ اس کی ناک گرم دکان کی طرح تھی اور اُس کا ہر ایک نتھنا کٹھالی کی طرح تھا جس میں پگھلا ہوا مادہ ہر وقت اُبلتا رہتا ہو۔ اس کے خوف ناک اور میلے کچیلے دانت دیکھ کر ڈندالی بھی شرمندہ ہوتی تھی۔ اُس کے کولھے چھوٹے کلھوٹوں کی طرح موٹے تھے اور اس کا پیٹ مٹی کی بڑی الماری کی طرح اونچا اور اُبھرا تھا جب وہ ڈائن کہیں سے دکھائی دیتی تھی۔''

تھئی غالب تقدیر توڑے تدبیر ملاح بھڑائی
آگئے چَٹ پَٹ وچہ بیڑیدے مصلحت مینہ و نجائی
پیا گھمسان گھماچے کھا کر کھڑبڑ نبیڑیں لائی
کھا ٹکر تھئی ٹکڑے نبیڑی تختے تھئے توائی
آپو آپ انجو اَنج رُلیے تختے جا پچائی
لہریں لیٹ لپیٹ غیتے تھئے ہیٹھ اُتے مولائی
سیفل سعد وِچھوڑیے گردوں پیا فراق جدائی
عرق تھئے سےَ غازی نیں وچہ بازی فلک ونجائی
کیا مقدور جو پھیرے کوئی لکھیا حکم خدائی
لطف علی لنگھ ویسی اوڑک اوچک عمر اجائی

(رفتن شاہ سیفل بطرف قسطنطنیہ بموجب گفتن آں دو پیر مرد، ص۱۷۶۔۱۷۹)

''مشیت الٰہی کے آگے ملاحوں کی سب تدبیریں بیکار ہو گئی تھیں۔ بارش نے ہر مصلحت کو بیکار کر دیا تھا۔ طوفان کی وجہ سے کشتیوں میں ابتری پھیل گئی اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں پھر ایک زور کی ٹکر سے کشتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور تختے الگ الگ ہو کر دریا میں بہنے لگے اور لہروں نے مخلوق خدا کو اپنی لپیٹ میں لے کر تہ و بالا کر دیا۔ سیفل سے سعد بچھڑ گیا سینکڑوں بہادر دریا میں غرق ہو گئے۔ آسمان نے اس بھرے قافلے کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا کسی میں یہ قوت کہاں ہے کہ آسمانی نوشتے کو مٹا سکے۔ لطف علی بہرحال یہ عمر بھی یونہی ختم ہو جائے گی۔''

کیف کنوں ہر کیفی دے تھئے گلگوں نین گلابی
جوڑ ہنڈول رباب وجے وہ رسنہ کرے ربابی
نین بلن وچ رین سیاہ جیوں مشعل مہتابی
سعد کنوں کل درد کشالے پچھے شد شرابی
میں وی یار سنیساں تیکوں رنج اَتے بیتابی
وچھڑیا یار ملایا خالق کڈھ کے رنج خرابی

(میخواری کردن سعد وسیفل و پرسیدن از سعد رنجہائے او،ص۲۶۳۔۲۶۴)

''شراب سے ہر مدہوش و مست کیفی کی آنکھیں گل گوں ہو رہی تھیں۔ محفل میں مطرب چنگ و رباب پر پُر کیف تانیں اُڑا رہا تھا۔ اُن پینے والوں کی آنکھیں اندھیری رات میں یوں روشن تھیں جس طرح شمع یا مہتابی ہو۔ مخمور شہزادے نے سعد سے مصائب سفر دریافت کیے اور کہا تم اپنے مصائب سناؤ۔ میں بھی اپنے مصائب سناؤں گا۔ الحمدللہ کہ خداوند نے جدا ہوا دوست ملا دیا ہے۔''

کھوہ سارا معمور کیتونیں جوڑ رکھیونیں باری
ڈیون خورش لنگھا اوتھوں ڈینہ ڈوجھے کڈاں ڈیہاڑی
چوڈاں دیو بیٹھے چوگردوں کر دے چوکیداری
میر ملوک متارے کوں نپ نیتا مار منجھاری
آئی جال ویچارے کوں وچ کالی قبر اندھاری
منکر درد نکیر وچھوڑا آلیس کڈھ کٹاری

(قید کردن دیوان شہ سیفل را در چاہ و بند کردن چاہ را،ص۳۱۷۔۳۱۸)

''کنویں کو انھوں نے بند کر دیا۔ صرف اس میں ایک کھڑکی رکھی جس میں وہ دو دن بعد یا کبھی روزانہ اُسے کچھ کھانے کو دیتے تھے۔ چودہ دیو اس کنویں کے اردگرد اس کی نگرانی کرتے تھے۔ روشن شکل

شہزادے کو غم و ملال نے مار ڈالا تھا۔ غریب کو اس تاریک قبر میں زندگی کے دن گزارنے پڑے۔ درد منکر اور جدائی و فراق نکیر بن گئے اور اُسے دُکھ دینے لگے۔''

☆☆☆